

## چاہی

مسائل توہرانسان، ہر خطہ اور ہر ملک کے ساتھ پیہم جڑے ہوتے ہیں۔ پوری کائنات میں کوئی ایسا ذی روح نہیں، جسے قدرت کسی نہ کسی امتحان میں نہیں ڈالتی۔ خدا کی برگزیدہ ترین ہستیوں کو بھی حدود جہے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بالکل اسی طرح انسان اگر اپنی زندگی کی طرف نظر دوڑائے تو اسے بھی کمال مصائب نظر آتے ہیں۔ کئی بار تو خاک کا یہ پتلا اتنا گھبرا جاتا ہے کہ زندگی کے معنی ہی تبدیل کر دالتا ہے۔ مگر انہی مشکلات کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ ہے تدبیر۔ یعنی کوئی بھی سنگین ترین مسئلہ ہو، بڑی سے بڑی مشکل ہو، تدبیر وہ واحد بخشی ہے جس سے آپ کسی بھی مشکل کو حل کر سکتے ہیں۔ تکالیف کا دروازہ جتنا مرضی بڑا ہو، چوبی ہو، آہنی ہو، ہزاروں گھوڑوں کی طاقت سے کھلتا ہو۔ آپکے پاس اس دروازے کی چاہی آگئی تو وہ بے معنی ہو جائیگا۔ جسے طاقتوترین گھوڑوں کے منظم گروہ، بہترین فوجیوں کی موجودگی میں بھی کھول نہیں پائے۔ زندگی کے قلعے کا وہی دروازہ، آپکے پاس موجود چاہی سے اس آرام سے کھل جائیگا، کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ اسکا وجود کتنا سخت اور طاقتوتر ہے۔ یاد رکھیے کہ ہمیں تمام مصائب، قسمت کی مہربانی کے ان دیکھنے دروازے کی طرف دھکیلے ہیں۔ ہم ہر وقت اپنے مقدر کو مستے رہتے ہیں۔ مگر خدا سے دی گئی اس تدبیر یعنی چاہی کی طرف نہیں دیکھتے جو ہر وقت قدرت ہمیں دکھاتی رہتی ہے۔ بد قسمتی اور خوش قسمتی میں واحد فرق صرف ایک ہے کہ انسان اس کنجی کو پہچان لے جس سے اسکے لیے غیبی دروازہ خود بخود کھل جائے۔ جیسے ہی وہ دروازہ عبور کرتا ہے، زندگی تبدیل ہو جاتی ہے۔ ترقی، سکون اور حفاظت کے جذبے اسکے لیے زیر ہو جاتے ہیں۔

ذرا سوچیے، غور کیجئے۔ ملکوں کی تقدیر بھی بالکل اسی مانند ہوتی ہے جیسے انسانوں کی۔ اگر اسباب کو منظم کر لیا جائے۔ کمزوریوں کو پہچان لیا جائے۔ اسکے بعد انہتائی قوت کے ساتھ ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو ملک کا مقدر بدلتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جو عروج اور زوال کے فطری اصول سے مبراہو۔ انہتائی سوال یہ بھی ہے کہ زوال کیا ہوتا ہے اور عروج میں کیسے بدلتا ہے۔ مجموعی جواب صرف ایک ہے کہ جب ملکوں کے قائد ایسے ہو جائیں کہ شخصی نقصان اور فائدہ سے بالاتر ہو کر ایمانداری سے حالات ٹھیک کرنے کیلئے کرباندھ لیں، تو سمجھیے تنزلی کی خندق عبور ہونے والی ہے اور ترقی کے اسباب بننے لگے ہیں۔ ترقی یافتہ قومیں، اس سلطھ پر کیسے پہنچی۔ صرف اور صرف اپنے قومی رہنماؤں کے اخلاص سے معمور درست حکمت عملی سے۔ دوسری جنگ عظیم ابھی کل کی بات ہے۔ جرمی کی مضبوط ترین فوج کے سامنے یورپ سرگوں ہو چکا تھا۔ ملک کے ملک اس طرح جرمی کی طاقت کے سامنے ہاتھ باندھ رہے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ پورا فرانس اور دیگر ممالک مکمل طور پر ہٹلر کی دسترس میں آچکے تھے۔ جرمی کے سینکڑوں جنگی ہوائی جہاز لندن پر صبح شام خوفناک بمباری کرتے تھے۔ لندن کھنڈر بن چکا تھا۔ غذا میں قلت کا یہ عالم تھا کہ وزیر اعظم کا باور پی بھی راشن کا روڈ لیکر قطار میں لگ کر سبزی خریدتا تھا۔ پوری قوم ڈھنی شکست قبول کر چکی تھی۔ جنگ کے فیصلہ کن مرحلہ میں چرچل، برطانیہ کا وزیر اعظم بنتا ہے اور اسکے بعد ہر چیز تبدیل ہو جاتی ہے۔ سوال ہے کہ کیسے۔ چرچل سب سے پہلے قوم کو حوصلہ اور امید دیتا ہے۔ خوفناک ترین بمباری کے دوران

اور اسکے بعد، بغیر چھپت کے گاڑی میں اپنے دفتر سے باہر آ جاتا تھا۔ شہر کی گلیوں میں وکٹری کا نشان بناتا تھا۔ لوگوں کے سامنے عزم اور ہمت کا نشان بن جاتا تھا۔ جنگ سے جھلسی ہوئی قوم میں امید پیدا کرتا تھا۔ یہ اسکی پہلی فتح تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسکا ملک جمنی کی عسکری طاقت کے مقابلے میں کمزور ہے۔ لہذا، وہ اپنے فوجی کمانڈروں سے ہر وقت رابطے میں رہتا تھا۔ ہر عسکری حکمتِ عملی کو جرنیلوں کے ساتھ ملکر، مشکل ترین فیصلے کرتا تھا۔ اس مشکل ترین وقت میں، فوج کو اپنے آپ سے قطعاً علیحدہ نہیں کیا۔ بلکہ ان سے ملکر ہر محاذ پر انہیں سپورٹ کیا۔ ہر طریقے سے انکی مدد کی۔ یہ اجتماعی کوشش اسکی دوسری فتح تھی۔ اسکے بعد، چرچل دنیا کی سُپر پاور یعنی امریکہ کو حد درجہ سفارتی محنت سے جنگ میں شامل کرتا ہے۔ امریکی جدید ترین فوج اور ٹینکالو جی کے ساتھ ملکر، ہٹلر کو دون میں تارے دکھادیتا ہے۔ مضبوط ترین فریق کو اپنے ساتھ ملانا، چرچل کی تیسرا فتح تھی۔ اب اس تصور کا دوسرا رخ دیکھیے۔ اگر چرچل، الیکشن جیت کر برطانیہ کا وزیر اعظم نہ بنتا، تو کیا جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ اسباب اور حکمتِ عملی کو دنیا کے سامنے رکھتے ہوئے اکثریت دانشوروں کا پختہ یقین ہے کہ چرچل کے بغیر جنگ جیتنا ناممکن تھی۔ ذرا سوچیے، کہ دوسری جنگ میں برطانیہ اور دیگر ممالک کی فتح کی آن دیکھی چاہی، چرچل کی جیب میں تھی۔ اس نے وہ تمام کام کر ڈالے جسکی بدولت بظاہر ہماری ہوئی تقدیر والا ملک، دوبارہ فتح یا ب ہو گیا۔ سچ پوچھیے تو دنیا کا نقشہ ہی بدلتا گیا۔ ہمارے جیسے خطے بھی آزاد ہو گئے۔

اسکا مطلب کیا ہوا۔ ملکوں کے مشکل حالات اس وقت تک تبدیل نہیں ہوتے جب تک قومی رہنمائی کرنے والا انسان، اس حکمتِ عملی کو اختیار نہیں کرتا جو کامیابی کے دروازے کو پوری قوم کیلئے کھول دیتی ہے۔ پاکستان کو اسی تناظر میں دیکھیے۔ غیر متعصب آنکھ سے مسائل کا تجزیہ کیجئے۔ ہمیں اقتصادی طور پر بربادس نے کیا۔ کس نے ہماری قومی دولت کو اکٹھا کیا اور باہر کا راستہ ناپ لیا۔ کس نے اس درجے بے رحم قرضے حاصل کیے، کہ آج پورا ملک جان بلب ہے۔ کس نے صرف اور صرف پروپلنڈے کے زور پر اقتصادی اور معاشی جرائم کو ترقی کا نام دیکر قوم کو بیوقوف بنایا۔ کس نے جمہوریت کو صرف اور صرف شخصی کرپشن کیلئے استعمال کیا۔ کس نے قوم سے چراکی ہوئی دولت سے باہر کے ملکوں میں ہوٹل، محلات، کسینو، پلازے اور لاکھوں ایکٹروں پر محیط، زرعی جائیدادیں خریدیں۔ کس نے انتہائی مشکل شرائط پر قرضے حاصل کر کے، اتنے بڑے بڑے پراجیکٹ شروع کیے، جنکا غریب ملک کی تقدیر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کس کی اولادیں، پالنے میں کھرب پتی ہو گئیں۔ ایک نئتے تو طے ہے یہ سب کچھ عام آدمی کیلئے نہیں کیا گیا۔ کرپشن کا موثر ترین ماذل، جمہوریت کی آڑ لیکر گزشتہ دس سالوں میں دو سیاسی جماعتوں نے میرٹ اور شفافیت کے نام پر پیش کیا۔ کراچی سے شروع کیجئے۔ پنجاب آنے تک آپکے پاس وہ ہو شر باد استانیں آئینگی کہ انسان کا ذہن برباد ہو جاتا ہے۔ دونوں صوبوں میں لوٹ مار کے طریقے مختلف رہے مگر مقصد ایک تھا۔ افسوس اس بات کا بھی ہے کہ سابقہ مرکزی حکومت، پانچ برس صرف اور صرف ڈاکنی کی بدترین مثالیں قائم کرتی رہیں۔ گمان ہے کہ ملک کو جتنے منظم طریقے سے گزشتہ دس سالوں میں لوٹا گیا، اسکا مکمل اندازہ اگلے بیس سالوں میں بھی ناممکن ہے۔ ہر روز، نئی کہانی، ہر روز ایک نیاقصہ۔ آج کل یہی تو ہو رہا ہے۔

اب ان حالات میں ملک معاشی طور پر کھو کھلانا ہو، تو بتائیئے کہ اور کیا ہو۔ بھول جائیے کہ آپ کا تعلق کس سیاسی جماعت سے

ہے۔ آپ کس کو ووٹ ڈالتے ہیں۔ آپ کس سابقہ سیاسی رہنماؤ پسند کرتے ہیں۔ مگر ایک سوال کا جواب تو خود آپکو، صرف اور صرف اپنے سامنے دینا چاہیے۔ کیا سابقہ سیاسی گروہوں کی ظالمامہ کرپشن نے ملک کو ہر طریقے سے بر بادھیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ چند سڑکیں، پُل اور دو تین ترقیاتی منصوبے دیکھ کر یہ فرمائیں کہ نہیں ان لوگوں نے اگر کھایا ہے تو لگایا بھی ہے۔ مگر دل پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ سوچیے۔ اگر سوروپے میں سے دس روپے عوام کی ظاہری فلاح و بہبود کیلئے خرچ کیے گئے۔ باقی نو روپے خورد بورڈ کر لیے گئے، تو کیا واقعی کھانے اور لگانے کا فلسفہ درست ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو بھی تک سابقہ دور کی کرپشن کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ باخبر لوگ، ان مظالم کو باریکی سے جانتے ہیں۔ اسلیے اس بار ایکشن میں یہ آزمائی ہوئی جماعتیں، تمام کوششیں کرنے کے باوجود شکست کھا گئیں۔ خاموش اکثریت نے ووٹ کی طاقت سے انہیں منداد قدار سے باہر نکال دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ عمران خان کو لوگوں نے وزیر اعظم بنادیا۔ عمران خان قطعاً فرشتہ نہیں ہے۔ اس نے بھی متعدد غلط فیصلے کیے ہیں۔ مگر اسکی ایک خوبی بدرجہ اتم سامنے آتی ہے۔ اس نے آج تک، ایک روپے کی بھی مالی کرپشن نہیں کی۔ یہی اسکی اصل طاقت ہے۔ یہی بات، اسکے سیاسی مخالفین سمجھ نہیں پار ہے۔ کیا گزشتہ پچاس برس میں ہمارے پاس ایک بھی صدر یا وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ آیا ہے۔ جس نے دنیا کے طاقتور تین سفیروں کو مکس چائے کی ایک پیالی اور عام سے دو سکٹ پیش کیے ہوں۔ کیا ہمارے پاس ایک بھی ایسا سیاسی رہنمہ رہا ہے، جس نے عوام کو بتایا ہو کہ وزیر اعظم کی سرکاری رہائش کسی مجرمانہ حد تک پُر آسائش ہے۔ پانچ سو ملازموں اور اسی پیش قیمت گاڑیوں کا خلاصہ کسی نے پہلے بھی بیان کیا ہے۔ دنیا کی وہ قیمتی ترین گاڑیاں ہیں جو امیر ترین ممالک کے رہنماء بھی استعمال نہیں کرتے۔ کیا کسی رہنمائے آج تک عام لوگوں کو یہ بتایا، کہ پاکستان جیسے غریب ملک کا وزیر اعظم ہاؤس، دنیا کے طاقتور تین امریکی صدر کی سرکاری رہائش گاہ سے سو گناہ بڑا ہے۔ نہیں صاحبان، قطعاً نہیں۔ آج تک معلومات مخصوص لوگوں تک محدود تھیں۔

اس وقت ملک میں ہر طرح کی مشکلات اور مصائب موجود ہیں۔ بالائی سطح سے نچلی ترین سطح تک حالات انتہائی ڈگر گوں ہیں۔ مگر حالیہ ایکشن نے ہمیں وہ چابی دے دی ہے۔ جس سے ترقی کا بندرووازہ کھولا جاسکتا ہے۔ ایسی بے مثال ترقی جس سے قوم کا امیر اور غریب، دونوں فریق بھر پور طریقے سے استفادہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسباب کی دنیا میں ہمارے پاس، حادثاتی یا قدرتی طور پر ایک ایسا سیاسی وزیر اعظم آگیا ہے جسکی ایمانداری مسلمہ ہے۔ جو درست لوگوں کی ٹیم ترتیب دیتا ہے۔ کار کر دگی پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ترقی کا عرصے سے بندرووازہ قوم پر کھلنے والا ہے۔ خدا نے اس آن دیکھے دروازے کی "چابی" ہمارے حوالے کر دی ہے۔ بھر پور کامیابی کی طرف یہ پہلا قدم ہے۔